عاقلہ کا نظام دَورِ حاضرہ میں

جناب ڈاکٹر عبد المالک عرفانی

امام غزالی کہتے ہیں کہ مقاصد شرع پانچ ہیں، لوگوں کے دین کی حفاظت، ان کے نفوس، عقول، نسلوں اور اموال کی حفاظت۔ (المستصفیٰ: جلد ۱ صفحہ ۲۸۶) نفوس کے تحفظ کے لیے قانونِ قصاص وضع کیا گیا ہے۔ قانونِ قصاص اسلام کے ان تصورات میں شامل ہے، جو معاشرے کے متعدد پہلوؤں تک وسعت پذیر ہیں۔

اسلامی شریعت اس لحاظ سے تمام نظام ہائے قوانین میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں قتل کے مجرم کو سزا دینا ہی کافی تصور نہیں کیا گیا، مقتول کے ورثاء کو جو مالی اور جذباتی دھچکا لگتا ہے، اس کی تلافی کی بھی ایک حد تک کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ قتل کے معاملے میں مقتول کے وارثوں کو قصاص لینے پر اصرار کرنے یا بدل صلح وصول کر کے معاف کرنے یا مکمل طور پر معاف کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اگر کسی وجہ سے قصاص نہ لیا جا سکتا ہو تو مجرم ایک خطیر رقم بطور دیت ادا کرے گا۔

اگر مجرم نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا، بلکہ محض ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے ایسا طریقہ یا آلہ استعمال کیا جس سے عموماً انسان مرتا نہیں، لیکن مضروب مر گیا (اسے قتل شبہ عمد کہتے ہیں)، یا غلطی سے مجرم کے ہاتھوں (قتل بالخطاء)، یا اس کے ذریعے ان جانے میں کوئی قتل ہو گیا (قتل بالسبب) تو مقتول کے وارثوں کو دیت کی رقم ادا کی جائے گی۔ چونکہ مجرم نے یہ قتل بالارادہ اور مجرمانہ قصد سے نہیں کیا، اس لیے اس کی عاقلہ سے یہ رقم وصول کی جائے گی۔

ہمارے ملک میں جدید نظام قانون، خصوصاً انگریز کے قانون عامہ (کامن لاء)، کے تصورات ہمارے قانون دانوں کے ذہنوں پر سوار ہیں، اس لیے عاقلہ کا تصور اول تو ان کے

پلّے ہی نہیں پڑتا، اور اگر اسے بادلِ نخواستہ قبول کرلیں تو عاقلہ کی روح (سپرٹ) کو پیشِ نظر رکھے بغیر اس کی تفاصیل طے کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے جس امر کی وضاحت ضروری ہے وُہ یہ ہے کہ دیت بنیادی طور پر نہ تو سزا ہے اور نہ ہی معاوضہ ہے، بلکہ اس کے عناصر ترکیبی میں سزا اور معاوضہ دونوں شامل ہیں۔

پاکستان کے مخصوص ماحول میں نفاذِ اسلام کے عمل میں سب سے بڑی اُلجھن اور مشکل یہ درپیش ہے کہ جو علماء اسلامی قانون کے ماہر ہیں وہ جدید قانون سے ناواقف ہیں اور جو لوگ جدید قانون کے ماہر ہیں وہ اسلامی قانون سے ناواقف ہیں۔ نفاذِ اسلام کے سلسلے میں وضع قوانین کا کام انہی دونوں کے ذریعے انجام پا رہا ہے۔ جو لوگ دونوں نظام ہائے قانون سے واقف ہیں، انہیں قانون سازی کے عمل میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اس وجہ سے جو اسلامی قوانین وضع کئے جاتے ہیں، ان میں کچھ تصورات اسلامی قانون سے اور کچھ تصورات جدید قانون کے شامل کرلیے جاتے ہیں۔ دونوں کو ہم آہنگ نہیں کیا جاتا، اسلیے اس کے نتائج وُہ نہیں نکلتے جو اسلامی قانون کے نفاذ سے متوقع ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ نتائج نکلتے ہیں جو جدید قانون کا خاصہ ہیں۔ حدود قوانین کے ساتھ بھی یہی ہوا اور اب قصاص و دیت کے قانون کے ساتھ بھی یہی ہُوا ہے۔

جس طرح ہمارے علماء نے چند ایک عقود (جو کتب فقہ میں مندرج ہیں) کے تصوّرات ذہن میں بٹھا رکھے ہیں اور عہد جدید کے ہر نئے معاہدے کو ان عقود کے خانوں میں فِٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب فِٹ نہیں ہوتے تو ناجائز قرار دیتے ہیں (مثلاً بیمہ محدود ذمہ داری کے ادارے بنک میں جمع شدہ رقوم، چیک اور دیگر متعدد تجارتی معاہدات)، ایسے ہی جدید قانون دان جدید قانون کے تصوّرات کے زاویۂ نگاہ سے اسلامی قانون کے تصوّرات کو جانچتے ہیں۔ وُہ سزا اور معاوضہ کو دو مختلف تصورات سمجھتے ہیں، سزا کو فوجداری قانون اور معاوضہ کو دیوانی قانون کا لازمی جزو تصوّر کرتے ہیں۔ اس تصوّر کے ساتھ جب وُہ دیت پر غور کرتے ہیں تو اسے صرف سزا یا صرف معاوضہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حال ہی میں تعزیرات پاکستان میں ترمیم کرکے قصاص اور دیت کو اس میں شامل کیا گیا تو واضح طور پر دفعہ ۵۳ تعزیرات پاکستان میں دیت اور ارش کو سزاؤں میں شامل کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ جب دیت اور ارش سزائیں ہیں تو ان کی وصولی مجرم

سے ہی ہوگی، عاقلہ (جو مجرم نہیں یعنی اس کے ارکان نے قتل زیر سماعت کا ارتکاب نہیں کیا ہوتا) سے وصول نہیں ہوگی۔ لہٰذا دیت اور ارش کی تعریف میں اسے مجرم سے واجب الوصول قرار دیا گیا۔ یہ امر اسلامی تصوّر کے خلاف تھا۔ جب ڈرائیوروں نے ملک گیر ہڑتال کی تو دیت اور ارش کی تعریف سے "مجرم سے واجب الوصول" کے الفاظ نکال دیے گئے، لیکن عاقلہ کا تصوّر پھر بھی قانون میں شامل نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ تصوّر جدید ماہرینِ قانون کے ذہنوں میں بیٹھے ہوئے تصوّرات کے مطابق نہیں۔ قرونِ اولیٰ میں عاقلہ کا رائج نظام اپنی اس شکل میں آج کل قابلِ عمل نہیں اور عاقلہ کے اس تصوّر کی بنیاد پر اس کے بدل کی ترویج پر کوئی تحقیق کرنے کے بجائے اسے قانون کے ڈھانچے میں شامل ہی نہیں کیا گیا۔

عاقلہ کے نظام پر غور کرنے سے پہلے دیت کے تصوّر پر ایک نظر ڈالنا بہتر ہوگا۔ اسلامی نظامِ قانون درحقیقت اسلامی نظامِ حیات کا جزو لاینفک ہے اور اسلام کے نظامِ معیشت، نظامِ معاشرت، نظامِ سیاست اور اس کے دیگر شعبوں سے یوں منسلک ہے کہ اسے ان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم دیت کے تصوّر کی وضاحت حسب ذیل طور پر کی جا سکتی ہے۔

دیت اسلام کے نظامِ انفاق کا ایک جزو ہے

اسلام کے نظامِ انفاق میں حصّہ لینے والے اور اس سے مستفید ہونے والے مختلف صورتوں اور حیثیتوں میں شرکت کرتے ہیں۔ ایک بنیادی اصول کے طور پر قرآن کریم نے واضح کر دیا ہے کہ ہر صاحبِ مال کے مال میں ضرورت مندوں اور محروم افراد کا حق موجود ہوتا ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (الذاریات: ۱۹)

(اور ان کے اموال میں ضرورت مند اور محروم کا حق ہے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (المعارج: ۱۵)

(اور ان لوگوں کے اموال میں ضرورت مند اور محروم کا معلوم حق ہے)

یہ حق مختلف صورتوں میں ادا اور وصول کیا جاتا ہے۔ اس کا تجزیہ یوں کیا جا سکتا ہے:

(۱) رضاکارانہ: مثلاً صدقہ وخیرات، ہمسایوں سے مالی حسن سلوک، عقیقہ، ولیمہ، ہبہ،

وصیت۔

(ب) نیم جبری طور پر : مثلاً بعض گناہوں کے اثرات دور کرنے کے لیے کفارہ کے طور پر ضرورت مندوں کو کھانا یا کپڑا وغیرہ کی فراہمی، اقربا کے لیے نفقہ، ملازمین کے ساتھ مالی حسنِ سلوک۔

(ج)۔ جبری طور پر : مثلاً محصول کے طور پر جیسے زکوٰۃ اور ہنگامی محصول، قانونی فرض کے طور پر بیوی کا نفقہ اور بچوں کا نفقہ، سزا کے حوالے سے معاوضہ کی ادائیگی جیسے دیت کی ادائیگی میں بطور عاقلہ شرکت یا کسی قسم کے ضرر پہنچانے کا مالی معاوضہ۔

نظامِ انفاق کی مختلف صورتوں کا تجزیہ ایک دوسرے انداز سے بھی کیا جا سکتا ہے:

ا ۔ سزا کے طور پر : مثلاً کفارات، قتل عمد ناقابلِ قصاص میں صرف مجرم سے دیت کی وصولی۔

ب ۔ معاوضہ کے طور پر : مثلاً قتل شبہ عمد، قتل خطا اور قتل بالسبب میں دیت کی ادائیگی کے سلسلے میں عاقلہ میں شرکت ۔ عزم، ضمان، ہبہ بالعوض۔

ج ۔ امداد کے طور پر : قرض، عاریت، کفالہ۔

د ۔ قانونی فرض کے طور پر : بیوی بچوں کا نفقہ۔

اسلام کے نظامِ انفاق کے مندرجہ بالا تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاقلہ سے دیت کی وصولی اور مقتول کے وارثوں کو اس کی ادائیگی دراصل اسلام کے نظام انفاق کا ایک حصّہ ہے۔ اسلامی نظام انفاق دراصل اللہ کا وہ طریق کار ہے جس کے ذریعے اس نے ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو مختلف انداز سے پورا کیا ہے اور عاقلہ کے افراد اس نظام کا ایک حصّہ ہیں۔ جس طرح زکوٰۃ کی جبری وصولی سے یہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ صاحب نصاب پر کوئی غیر عادلانہ جرمانہ عائد کیا جا رہا ہے، اسی طرح عاقلہ کے افراد پر قتل خطا وغیرہ کی دیت کی ادائیگی میں جبری شرکت سے یہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ان پر کوئی غیر عادلانہ جرمانہ عائد کیا جا رہا ہے۔

دیت نظامِ قصاص کا بھی ایک جزو ہے

تصوّر کی حد تک نظام قصاص کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں انسانی جسم کو نقصان پہنچانے والے تمام جرائم شامل ہیں۔ قصاص کا عمل وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ سختی کے ساتھ مؤثر ہے۔

ایک طرف کسی انسانی جسم کو پہنچنے والے ہر نقصان کو کسی نہ کسی شکل میں پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے دوسری طرف ایسا نقصان پہنچانے والے یا ایسا نقصان پہنچنے کا سبب بننے والے ہر فرد کا کڑا محاسبہ کیا جاتا ہے اور اس سے قصاص لیا جاتا ہے یا قصاص کا بدل وصول کیا جاتا ہے انسانی جان اور جسم کے احترام کا تقاضا ہے کہ متاثرہ فرد کی کسی نہ کسی صورت میں دادرسی کی جائے ۔ چنانچہ یہ دادرسی درج ذیل صورتوں میں مہیا کی جاتی ہے:[۱]

(ا) قتل عمد اور جرح عمد کی صورت میں ۔

۱ ۔ قصاص

۲ ۔ اگر کسی وجہ سے قصاص ناقابل نفاذ ہو تو دیت واجب الادا ہوگی اور یہ دیت صرف مجرم سے وصول کی جائے گی ۔ مجرم کی عاقلہ بری الذمہ ہوگی ۔ (جرح عمد کی صورت میں جو دیت واجب الادا ہوگی اُسے ارش کہتے ہیں) جرح عمد کی بعض ہلکی صورتوں میں ارش واجب الادا ہوگا۔

(ب) قتل اور جرح کی دیگر صورتوں میں ۔

۱ ۔ قصاص نہیں لیا جائے گا ، بلکہ دیت واجب الادا ہوگی ۔

۲ ۔ قتل کی صورت میں اور جرح کی سنگین صورتوں میں دیت یا ارش عاقلہ ادا کرے گی ۔ جرح کی ہلکی صورتوں میں ارش عاقلہ ادا نہیں کرے گی ، بلکہ مجرم خود ادا کرے گا ۔

نظامِ قصاص کے درج بالا تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیت اس کا ایک جزو ہے ۔ گویا دیت ایک طرف اسلام کے نظامِ انفاق کا جزو ہے اور دوسری طرف اسلام کے نظامِ قصاص کا ایک جزو ہے ۔ اس طرح اسلام معیشت ، معاشرت اور تعزیراتی مقاصد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی جان کا احترام دوہرے طریقے سے برقرار رکھتا ہے ۔ یعنی ایک طرف تو مقتول کی جان کا قصاص یا اس کا بدل لے کر اس کے احترام کا مظاہرہ کرتا ہے ، دوسری طرف دیت کی صورت میں قاتل یا اس کی عاقلہ سے جان کا بدل لے کر اُسے (یعنی قاتل کو) موت سے بچاتا ہے ۔

---

[۱] قصاص اور دیت کی مختلف صورتوں کے بارے میں تفاصیل فقہ کی کتب میں بالوضاحت موجود ہیں ۔ یہاں قصاص و دیت کے اسباب و علل پر ایک خاص انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔

انسانی جان کے احترام کی یہ ایک ایسی اعلیٰ صورت ہے، جس کی مثال کسی دوسرے نظام قانون میں نہیں ملتی۔

دیت کے مقاصد

۱۔ انسانی جان کا احترام (مقتول اور قاتل دونوں کا احترام)۔
۲۔ مقتول کے وارثوں کی مالی امداد، کیونکہ وہ مقتول کی طرف سے حاصل ہونے والی ممکنہ آمدنی سے محروم ہو گئے۔
۳۔ قاتل کی بے احتیاطی یا لاپرواہی کا منطقی انجام۔
۴۔ افرادِ معاشرہ اور خود قاتل کے لیے ذریعۂ عبرت۔
۵۔ سزا
۶۔ عاقلہ کے ذریعے دیت کی ادائیگی سے باہمی تعاون، تکافل اور تناصر کو فروغ دینا۔

عاقلہ کیا ہے؟

قتل شبہ عمد، قتل خطا اور قتل بالسبب کے علاوہ جرح خطا کی سنگین صورتوں میں دیت یا ارش (جو بھی صورت ہو) عاقلہ کی طرف سے واجب الادا ہو گی۔ لیکن عاقلہ کی طرف سے دیت ادا کرنے کے حکم کی قطعیت کے باوجود عاقلہ کے تعین کا مسئلہ حالاتِ زمانہ پر منحصر ہے۔ عقل کے معنی باندھنے کے ہیں۔ وہ لوگ جو مجرم سے قرابت یا کسی اور رشتے میں بندھے ہوں عاقلہ کہلاتے ہیں۔

اسلام سے پیشتر عرب کے سیاسی نظام میں ہر قبیلہ ایک سیاسی وحدت شمار ہوتا تھا۔ اس وجہ سے قبائلی عصبیت انتہائی صورت میں موجود تھی۔ اس صورت میں ہر قبیلہ دیگر قبائل کے مقابلے میں عاقلہ شمار ہوتا اور قبیلے کے اندر ہر قاتل کے مرد اقربا، اس کی عاقلہ تصور ہوتے تھے۔ عہدِ نبوی میں یہ صورت برقرار رہی۔ اگر کسی شخص کی کوئی عاقلہ نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے (یعنی ریاست کی طرف سے) دیت ادا کرتے، گویا ایسی صورت میں ریاست

عاقلہ ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ہر فوجی یونٹ (یعنی اہلِ دیوان) کو بھی عاقلہ شمار کیا۔ فقہاء نے عاقلہ میں جن افراد کو شمار کیا، انہیں یوں بیان کیا جا سکتا ہے[1]

۱۔ باپ کی طرف سے مرد رشتہ دار۔

۲۔ اہلِ دیوان یعنی کوئی قانونی، عدالتی، فوجی ادارہ۔

۳۔ کوئی یونین، جمعیت، ایسوسی ایشن، تنظیم، کمپنی۔

۴۔ اہلِ عقد جن کے ساتھ مدد کا معاہدہ ہو چکا ہو (مثلاً کسی تنظیم یا شخص کے ساتھ معاہدہ)

۵۔ کوئی اور فرد یا ادارہ جو عرف کے تحت مدد و نصرت مہیا کرتا ہو۔

عاقلہ کو عموماً اہلِ نصرت کہا جاتا ہے اور عاقلہ کی تعریف میں ایسے افراد کا نام لیا جا سکتا ہے جن سے مدد کی توقع ہو سکتی ہے۔

عاقلہ کی ذمہ داری

ایک شرعی قاعدہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔ قرآن کریم)، قتل شبہ عمد، قتل خطا اور قتل بالسبب کی صورت میں دیت کی ادائیگی مجرم کے بجائے عاقلہ کی طرف سے ہو گی اور مجرم محض اپنی عاقلہ کا ایک رکن ہو گا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ عاقلہ کی ذمہ داری اس شرعی اصول میں استثناء ہے، جو انفرادی مشکل کو آسان بنانے کے لیے استحسان کے نقطۂ نظر سے پیدا کیا گیا ہے، کیونکہ اکیلا مجرم دیت ادا نہیں کر سکتا اور اگر وہ ادا نہیں کر سکے گا تو مقتول کے ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر یہ استثناء نہ رکھا جائے تو صرف دولت مندوں پر ہی دیت کا نفاذ ہو سکے گا اور مقتول کے ورثاء کو اسی وقت دیت مل سکے گی

---

[1] الہدایہ کتاب المعاقل، التشریع الجنائی الاسلامی (اردو ترجمہ) از عبد القادر عودہ

جب مجرم دولت مند ہو۔

لیکن اکثر علمار کا خیال کہ قتل شبہ عمد میں ضرب پہنچانے کی حد تک دیدہ دلیری (جو بعد میں قتل پہ منتج ہو جاتی ہے اگرچہ قتل کا ارادہ موجود نہیں ہوتا) اور قتل خطار اور قتل بالسبب میں لاپرواہی اور بے احتیاطی (جس کی عدم موجودگی میں قتل خطا عموماً واقع نہیں ہوتا) اسی وقت ظہور میں آتی ہے، جب مجرم کو اپنی برادری یا مددگاروں سے مدد کی توقع ہو اور انہی حالات میں اس کی پرورش ہوئی ہو۔ عبد القادر عودہ اپنی مشہور کتاب تشریع الجنائی الاسلامی میں کہتے ہیں:

"عاقلہ پہ دیت کا بار جرائم خطار یا شبہ عمد (جو خود خطار ہی کے ساتھ ملحق ہے) میں آیا کرتا ہے، اور جرائم خطار کی اساس اہمال اور عدم احتیاط ہے اور یہ دونوں باتیں رہنمائی کی کمی اور بری تربیت کے اثرات ہیں۔ اس لیے فرد کی تربیت اور راہنمائی کے بارے میں وہ لوگ مسئول ہوں گے جن کا مجرم سے خونی رشتہ ہوگا، جیساکہ فرد اپنے اہل خاندان سے اثرات لیتا اور تمام امور میں ان کے مشابہ ہوتا، اس سے لاپرواہی اور عدم احتیاط بھی خاندانی اثرات قرار دیے جائیں گے اور خاندان بھی ماحول اور معاشرے سے اثر پذیر ہوتا ہے، اس لیے لاپرواہی اور عدم احتیاط کو بالآخر معاشرے کی میراث تصور کیا جائے گا، اس لیے ضروری ہوا کہ پہلے مجرم کی دیت عاقلہ برداشت کرے اور اگر عاقلہ عاجز ہو تو معاشرہ دیت برداشت کرے۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لاپرواہی اور عدم احتیاط عزت و قوت کے شعور کا نتیجہ ہے اور یہ شعور خاندان اور وہ معاشرے کے اتصال سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ جن لوگوں کا خاندان نہیں ہوتا وہ خاندان والوں سے زیادہ محتاط اور چوکنا ہوتے ہیں اور جن لوگوں کا خاندان چھوٹا ہوتا ہے وہ ان لوگوں سے زیادہ چوکس ہوتے ہیں جن کا خاندان بڑا ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خاندان اور معاشرہ نتیجہً خطار کو انگیز کریں کیونکہ وہی اس خطار کی لاپرواہی اور عدم احتیاط کے اولیں مصدر ہیں" (تشریع الجنائی الاسلامی اردو ترجمہ اسلام کا فوجداری قانون، جلد دوم ص ۷۰ - ۷۱)

مصری پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی کے وضع کردہ مشروع قانون العقوبات کے ان حصوں کا ترجمہ جو قصاص و دیت سے متعلق ہیں، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے شائع کیا ہے، اس کے

صفحہ ۱۲۳ - ۱۲۴ پر خصوصی کمیٹی نے کہا ہے ۔

"عاقلہ جن جرائم کی دیت کو ادا کرتا ہے وہ عموماً خطا کے جرائم ہوتے ہیں جن کی بنیاد غفلت اور عدم احتیاط پر ہوتی ہے ۔ ان دونوں برائیوں کا سبب عام طور پر بڑی تربیت اور غلط پرورش ہوتی ہے، جس کی براہِ راست ذمہ داری قریبی رشتہ داروں پر عائد ہوتی ہے، جو مجرم سے خون کے رشتے میں بندھے ہوتے ہیں ۔ اس طرح ایک خاندان کی عادات اس کے افراد میں منتقل ہوتی ہیں اور ہر شخص اپنے دوسرے رشتہ داروں کی مشابہت اپناتا ہے، اس لیے غفلت اور بے احتیاطی عام طور پر خاندان سے وراثت میں ملتی ہے اور خاندان اپنے ماحول اور گروہ سے متاثر ہوتا ہے، لہٰذا غفلت اور بے احتیاطی آخرکار انسان کو اپنے گروہ سے وراثت میں ملتی ہے ۔ اس لیے دیت کا ادا کرنا ابتدائی طور پر مجرم کی عاقلہ کے ذمہ ہے، کیونکہ یہ اس کی غلطی کا نتیجہ ہے، اس کے بعد جماعت پر، کیونکہ یہ ایسی غلطی ہے جسے اٹھانے سے عاقلہ قاصر ہے ۔

یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غفلت اور بے احتیاطی اس شعور اور احساس کا نتیجہ ہے کہ میں طاقتور اور بااثر ہوں (میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے) لہٰذا یہ شعور بھی خاندان اور گروہ سے وابستگی کے نتیجہ میں ہی پیدا ہوتا ہے ۔ یہ مشاہدہ ہے کہ جس کا کوئی خاندان اور برادری نہیں ہوتی وہ زیادہ محتاط ہوتا ہے اور جس کا خاندان اور برادری ہوتی ہے وہ اس کے مقابلے میں کم محتاط رہتا ہے ۔ اس طرح جن لوگوں کا کسی اقلیت سے تعلق ہوتا ہے وہ ان لوگوں کی بہ نسبت احتیاط کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں جن کا تعلق اکثریت سے ہوتا ہے ۔ لہٰذا یہ ضروری ٹھہرا کہ عاقلہ یا گروہ یا برادری اس غلطی کا خمیازہ بھگتنے میں شریک ہوں، کیونکہ وہی اس غفلت اور بے احتیاطی کے اوّلین سبب بنے ہیں ۔" (مسودہ قانون قصاص و دیت، ص ۱۲۳ - ۱۲۴)

عبدالرحمٰن الجزیری اپنی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں کہتے ہیں ۔

"عاقلہ کو خاص طور پر دیت میں شامل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قاتل نے جراحت

رسانی کے ارتکاب میں ہچکچاہٹ اور توقف نہیں کیا جس کا سبب طاقت کا زعم تھا اور طاقت کا یہ زعم حامیوں کی بدولت ہوتا ہے اور مجرم کے حامی اس کے عاقلہ ہی ہو سکتے ہیں۔ بدیں جہت وُہ بھی مجرم کی نگہداشت اور اس کی نگرانی نہ رکھنے کے قصور وار ہیں۔ لہٰذا خاص طور پر انہیں ذمہ دار ٹھہرایا گیا" (کتاب الفقہ (اردو ترجمہ) ج ۵، ص ۱۶۷، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب)

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد ۶ میں استاذ ابوزہرہ اور شیخ محمود شلتوت کے حوالہ سے کہا ہے کہ مجرم سے ایسے افعال صادر نہیں ہوتے اگر اُسے خاندان کی طرف سے مدد اور اس کی قوت پر اعتماد نہ ہو، اس لیے عاقلہ کے تمام افراد پر دیت واجب الادا کی گئی۔ (صفحہ ۳۲۵)

زمانہ حال کے ان مسلمان فقہاء کے ارشادات سے ان فقہاء عظام سلف کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے، جس میں عاقلہ کی تعبیر "اہل نصرت" (جہاں سے مدد کی توقع ہو) سے کی گئی۔

عاقلہ کے مختلف افراد پر کس قدر رقم کی ذمہ داری ڈالی جائے؟ اس سلسلے میں مسودہ قصاص و دیت (مصری پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی کا تیار کردہ) کا کہنا ہے۔

"عاقلہ کو ایسی تکلیف نہ دی جائے جس سے وہ کنگال ہی ہو کر رہ جائیں اور مالی مشقت میں مبتلا ہو جائیں، کیونکہ ان پر دیت کی ادائیگی بغیر کسی جرم و زیادتی کے انسانی ہمدردی کی بنا پر لازم کی گئی ہے تاکہ مجرم کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ لہٰذا مجرم کا بوجھ اس طرح کم نہیں کیا جائے گا کہ اس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو اور اسے اپنی استطاعت سے زیادہ بوجھ اٹھانے پر مجبور کیا جائے۔ اگر کسی پر اپنی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالنا جائز ہوتا تو پھر خود مجرم اس کا زیادہ مستحق تھا جس نے جرم کا ارتکاب کیا اور یہ سزا اسی کے فعل کی وجہ سے ہے۔ جب اس کے حق میں یہ سختی جائز نہیں ہے تو دوسرے جن کا اس کے جرم سے کوئی تعلق ہی نہیں ان پر بے جا سختی اور تکلیف ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

اس بات میں کہ عاقلہ کا ہر فرد دیت کا کتنا حصہ ادا کرے، فقہاء کا اختلاف ہے امام مالکؒ

مجرم پر تمام دیت کا بار رکھنے سے اکثر ایسا ہوگا کہ مجنی علیہ کا خون رائیگاں جائے گا (یعنی مجرم دیت ادا نہیں کر سکے گا) کیونکہ عموماً مجرم غریب ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہے اور یہ شریعت کے جانوں کے تحفظ اور حفاظت کے مقصد کو پورا نہیں کرتی اور پھر اس صورت میں انصاف اور مساوات کا فقدان ہے۔

اور اگر دوسری رائے کے مطابق دیت بیت المال سے ادا کرائی جائے تو اس میں ملکی خزانہ کو گرانبار کرنا پڑے گا مگر عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو جائیں گے، جانوں کو تحفظ ملے گا اور مقاصدِ شریعت مکمل ہوں گے۔ اس لیے خزانے کی گرانباری کا خوف عدل و انصاف کے حصول اور مقاصدِ شریعت کی تکمیل میں حارج نہ ہونا چاہیے، بلکہ حکومت اگر چاہے تو اس قسم کے معاوضوں کی ادائیگی کے لیے کوئی ٹیکس لگا سکتی ہے اور بعض تاوانوں (جرمانوں) کو اس مقصد کے لیے مخصوص کر سکتی ہے"۔

(تشریع الجنائی الاسلامی، ترجمہ اردو ج ۲ ص ۲۳)

مسودہ قصاص و دیت میں مصری پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی کی رائے یہ ہے۔

"اگر قاتل کا عاقلہ نہ ہو یا عاقلہ ہو لیکن اس کے سب لوگ نادار ہوں یا ان کی تعداد اتنی کم ہو کہ وہ پوری دیت ادا نہ کر سکیں تو اس صورتِ حال میں دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ بیت المال عاقلہ کے قائم مقام شمار ہوگا، یہ اس صورت میں ہے جب کسی کا عاقلہ بالکل نہ ہو یا ہو لیکن اس کے ارکان سب نادار ہوں تو پھر پوری دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ یہ رائے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ دیت قاتل کے مال ہی سے ادا کرنا واجب ہے، کیونکہ وہی اصل ہے اور وہی قاتل ہونے کی وجہ سے دیت کا ذمہ دار ہے۔ عاقلہ کے لوگ صرف آپس میں مدد و تعاون کرتے ہیں اور قاتل کے بوجھ کو کم کرتے ہیں البتہ اگر عاقلہ نہ ہو تو پھر یہ ذمہ داری اصل کی طرف لوٹ جائے گی۔ یہ امام ابو حنیفہؒ

اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ عدالت پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہر فرد پر دیت کا اسی قدر حصّہ فرض کرے جس کی ادائیگی بغیر تکلیف کے سہولت سے ہو سکے۔ امام مالکؒ کی (دوسری) رائے کے مطابق ہر شخص پر ایک ایک دینار فرض کیا جائے امام احمدؒ کی (دوسری) رائے ہے کہ ہر مالدار پر آدھا مثقال فرض کیا جائے اور متوسط درجہ کے مال دار پر ایک چوتھائی مثقال۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس معاملہ میں مالدار اور متوسط الحال دونوں برابر ہیں اور دونوں میں سے کسی سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیا جائے۔" (ص ۱۲۱)

اگر عاقلہ کے افراد تھوڑے ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر عمل کرنے سے دیت کی رقم کی ادائیگی مشکل ہوگی۔ زیادہ قابل عمل اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ یہ معاملہ عدالت پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کا اسی قدر حصّہ واجب الادا قرار دے جو اس کی مالی استطاعت کے مطابق ہو۔

عہدِ حاضر میں عاقلہ کا تعین

عاقلہ کے تصوّر کی بنیاد اس امر پر ہے کہ ہر انسان کی مددگار برادری ہوتی ہے جو ضرورت کے وقت اس کی مدد کرتی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ آج کل ایسی برادری موجود نہیں۔ عبدالقادر عودہ کہتے ہیں۔

"سوال یہ ہے کہ آج کے دَور میں نظامِ عاقلہ کو دوبارہ استوار کیا جا سکتا ہے؟ ہر چند کہ اس نظام میں عدالت و انصاف، اور مجرم و مجنی علیہم کے درمیان مساوات قائم ہوتی ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ دَورِ جدید میں اس نظام کا قیام ممکن نہیں۔ کیونکہ اس کی اساس نظامِ خاندان کا وجود ہے جو آج کل شاذ و نادر ہی موجود ہے .... اس لیے اب ان دو آراء میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے سوا چارۂ کار نہیں جن کو فقہاء کرام پہلے ہی اختیار کر چکے ہیں، وہ یہ کہ یا تو پوری دیت کا بار مجرم پر ڈالا جائے یا پھر بیت المال سے ادائیگی کی جائے۔

کی رائے ہے۔ امام محمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔" (ص ۱۲۲)

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کہتے ہیں:

"خاندانی نظام زائل ہوگیا ہے۔ بیت المال کا نظام تبدیل ہوگیا ہے۔ نظامِ اجتماعی اس نظام سے مختلف ہوگیا ہے۔ جو اس وقت کے عرب میں تھا۔ ایک قبیلے کے مقابلے میں دوسرے قبیلے کی عصبیت ختم ہوگئی ہے اور اب ہر معاملے میں ہر شخص خود اپنے اوپر اعتماد کرتا ہے اور قبیلہ پر انحصار نہیں کرتا۔

اگر قتل خطا یا شبہ بالعمد کی دیت واجب ہو جائے تو ہمارے زمانے میں یہ صرف مجرم پر واجب الادا ہوگی۔ حنفیہ نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ یہ ابوبکر الاصم اور خوارج کی رائے کے مطابق ہے جو دیت قاتل پر واجب کرتے تھے نہ کہ عاقلہ پر۔ وہ یہ نقطۂ نظر آیات واحادیث میں مذکور افعال کی انفرادی اور شخصی ذمہ داری سے اخذ کرتے تھے۔ یہی رائے ان لوگوں نے اختیار کی ہے، جنہوں نے محض مجرم پر ہی دیت کو واجب الادا کیا ہے، جبکہ اس کی کوئی عاقلہ نہ ہو اور بیت المال بھی نہ ہو۔" (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۳۲۶)

اسی نوعیت کی رائے صاحب ہدایہ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی ہے:

"ابوحنیفہؒ سے ایک شاذ روایت یہ ہے کہ دیت مجرم کے مال سے ادا کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیت اصل میں قاتل پر واجب ہوتی ہے کیونکہ دیت اصل میں قاتل پر واجب ہوتی ہے کیونکہ دیت تلف شدہ جان کا بدل ہے اور قاتل نے یہ جان تلف کی ہے۔ عاقلہ دیت کا بار اس لیے اٹھاتی ہے کہ مجرم کا بوجھ ہلکا کیا جائے۔ پس اگر عاقلہ نہ ہو تو حکم اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے۔" (الہدایہ، کتاب المعاقل)

انتہائی احترام کے ساتھ ان بزرگ علماء سے اختلاف کرتے ہوئے ہم یہ عرض کریں گے کہ قتل عمد اور قتل شبہ عمد وخطا وغیرہ یعنی اور قتل کی دیگر اقسام کے مجرموں کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا

انصاف (خصوصاً اسلامی انصاف) کے تقاضوں کو مجروح کرتا ہے۔ اگر قتل عمد (یعنی قتل بالارادہ) میں قصاص ناقابلِ نفاذ ہو تو دیت مجرم ادا کرتا ہے۔ اور اگر عہد حاضر میں قتل خطا کی صورت میں بھی دیت مجرم پر ہی ڈالی جائے تو گویا قتل عمد اور قتلِ خطا دونوں میں ایک ہی سزا دی گئی، جبکہ قتل شبہ عمد، قتل خطا اور قتل بالسبب میں قتل کا ارادہ موجود نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ لاپرواہی اور بے احتیاطی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ لاپرواہی اور بے احتیاطی کو قتل۔ بارادہ کے برابر قرار دینا سخت بے انصافی ہے۔ قصاص و دیت کے نظام میں عاقلہ کا تصور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام کے اجماع اور فقہاء کرام کے اجماع سے اتنے تواتر، اصرار اور کثرت کے ساتھ ثابت ہے کہ اس تصور کو ترک کرنا قصاص و دیت کے نظام کے ایک بڑے حصے کو سبوتاژ کرنا ہے۔ اسلام کے نظام انفاق کا ایک بڑا جزو اور عاقلہ کے تصور کی حکمتیں اور اس کے خوشگوار نتائج سب غائب ہو جائیں گے اور قصاص و دیت کا قانون واضح ناکامی کا شکار ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ عاقلہ کا تصور ہی ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسلام کے قانونِ قصاص و دیت کو دیگر قوانین سے ممتاز بناتا ہے اور اب تو مغربی اقوام بھی عاقلہ کی بعض صورتوں کو اختیار کر رہی ہیں۔ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں۔

"بعض ممالک یورپ مثلاً جرمنی، اٹلی اور یوگوسلاویہ نے اس نظریہ (یعنی عاقلہ) کو اپنا لیا ہے اور انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک فنڈ مخصوص کر دیا ہے، جسے تاوان فنڈ کہا جاتا ہے۔ اس میں ان جرمانوں کو جمع کیا جاتا ہے جو عدالتیں عائد کرتی ہیں۔ اس فنڈ کی آمدنی ان مجرموں کے تاوان کا معاوضہ ادا کرنے کے لیے مخصوص ہے جن کے اموال تاوان ادا کرنے کے لیے ناکافی ہوں۔

بعض مغربی ممالک نے نظام عاقلہ کا جو جزو اپنایا ہے وہ ان ہی مقاصد کے حصول کے لیے ہے جو شریعت کے پیشِ نظر ہیں۔ اب اگر یورپ میں یہ نظام اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے تو یہ درحقیقت ہمارا اپنا نظام ہے جو ہمارے درمیان بھی قائم ہونا چاہیے تاکہ ہمارے اپنے حالات کے مطابق مقاصد شریعت

بروئے کار آسکیں"۔ (تشریع الجنائی الاسلامی ترجمہ اردو ج ۲ پیرا۔۲،۴م)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تحقیق اور غور و فکر سے عاقلہ کے تعین کی کوئی جدید قابلِ عمل صورت نکالیں، نہ کہ سرے سے اس کو ترک کر کے قانون قصاص و دیت کو بے انصافیوں غیر مساوی سلوک اور مشکلات سے ناقابلِ عمل بنا دیں۔

عاقلہ کو ہم کسی بھی قسم کی کوئی مددگار برادری تصور کر سکتے ہیں۔ اگر خاندانی نظام اور قبائلی عصبیت اور بیت المال کی وہ صورت باقی نہیں رہی جو قرون اولیٰ میں تھی تو ہم اس کی کوئی ایسی صورت وضع کر سکتے ہیں جو موجودہ دور میں قابلِ عمل ہو اور وہ یہ ہے کہ عاقلہ کو ہم ایک مستقل ادارے کی شکل دے دیں، جس میں باہمی تکافل و تناصر کی روح موجود ہو۔

قابلِ عمل صورت

آج کے دور میں عاقلہ کی قابلِ عمل صورت یہ ہے کہ سرکاری یا نیم سرکاری سطح پر ایک عاقلہ فنڈ قائم کیا جائے، جس میں درج ذیل افراد اور ادارے ایک مخصوص رقم جمع کراتے رہیں:

۱۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری یا پرائیویٹ (نجی) ادارے جو کسی قسم کی گاڑیاں رکھتے ہوں۔

۲۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری اور نجی ادارے جو اس قسم کی مشینیں رکھتے ہوں جنکے ذریعے انسان زخمی ہو سکتا ہے۔

۳۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری و نجی ادارے جو ایسا کام کرتے ہیں، جس سے انسانی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو، مثلاً بجلی، گیس، پیٹرول وغیرہ کا کام کرنے والے ادارے۔

۴۔ مندرجہ بالا تمام اداروں کے ملازمین جو گاڑیاں یا مشینیں چلاتے ہوں یا یہ خطرناک کام کراتے ہوں یا ان کاموں کی نگرانی کرتے ہوں، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

۵۔ ہر قسم کی گاڑیوں کے مالکان، ڈرائیور اور ان کی تنظیمیں (یونین وغیرہ)

۶۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی قسم کی گاڑی کو چلانے کا عارضی یا مستقل لائسنس حاصل کرے۔

۷۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی قسم کی گاڑیوں کو مرمت کرنے کی ورکشاپ چلائے۔

۸۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی ایسی قسم کے شکار کا لائسنس حاصل کرے جس میں کوئی انسان زخمی ہو سکتا ہو۔

۹ - بحری جہاز اور ہوائی جہاز کے مالکان اور پائلٹ و کیپٹن وغیرہ -

۱۰ - اس میں ڈاکٹروں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان کی لاپرواہی اور بے احتیاطی بھی قتل خطا کا موجب بن سکتی ہے -

جب کبھی کوئی قتل خطا، قتل شبہ عمد یا قتل بالسبب واقع ہو اس عاقلہ فنڈ سے دو تہائی دیت ادا کی جائے گی اور ایک تہائی مجرم خود ادا کرے گا - اگر عدالت یہ فیصلہ کرے کہ مجرم بالکل بے قصور تھا یعنی اس سے خطا بھی نہیں ہوئی (مثلاً کوئی ڈرائیور اپنی غلطی سے کسی صحیح طور پر چلنے والی گاڑی کو ٹکر مار دے جس سے غلطی کرنے والا ڈرائیور مر جائے تو صحیح طور پر چلنے والی گاڑی کا ڈرائیور بالکل بے قصور ہوگا)، تو پوری دیت عاقلہ فنڈ سے دی جائے گی - قتل شبہ عمد میں مجرم چونکہ قصداً زخم لگاتا ہے، اس لیے اس میں تین چوتھائی یا کم از کم نصف دیت مجرم پر ڈالی جائے گی - یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ عموماً قتل شبہ عمد کے مجرم یا اس کے کسی مددگار وغیرہ کی طرف سے عاقلہ فنڈ میں کچھ جمع نہیں ہوتا، کیونکہ اس صورت میں مجرم اور یہ مذکور افراد میں شامل نہیں ہوتا - اگر عدالت اس امر کو قابل عمل اور ضروری تصور کرے تو قتل شبہ عمد کے بعض قریبی اقربا یا اس کے کسی اہل عقد (مثلاً بیمہ کمپنی) کو عاقلہ کا جزو قرار دے کر اس سے دیت کا کچھ حصہ یا پوری دیت وصول کر سکتی ہے، مثلاً آج کل کے حالات میں دولت مند گھرانوں کے آوارہ لڑکے یا کسی اعلیٰ سیاسی یا غیر سیاسی (مثلاً ایم این اے یا جاگیردار یا مالدار شخص) شخص کے کارکن کسی کو قتل یا زخمی کر دیں -

اس قسم کے عاقلہ فنڈ کو توسیع دے کر طبی امداد اور بے روزگاری الاؤنس کی فراہمی کو اس میں شامل کیا جائے تو ملک کے تمام باروزگار افراد سے چندہ لیا جا سکتا ہے -

اس قسم کے عاقلہ فنڈ سے اسلامی نظامِ انفاق کی برکات حاصل کی جا سکتی ہیں اور قانونِ قصاص و دیت پوری کامیابی سے کام کر سکتا ہے -

ہمیں یقین ہے کہ علماء کرام بھی عاقلہ کے شرعی احکام کے پیشِ نظر ایسے عاقلہ فنڈ کی تائید کریں گے - اس عاقلہ فنڈ میں عاقلہ کی خصوصیات بھی موجود ہیں اور اس سے وہی نتائج حاصل ہو سکتے ہیں جو نظام عاقلہ سے نکلتے ہیں - جدید عہد کے تقاضوں اور حالات کو بھی عاقلہ فنڈ میں پیش نظر رکھنا ممکن ہوگا -

---